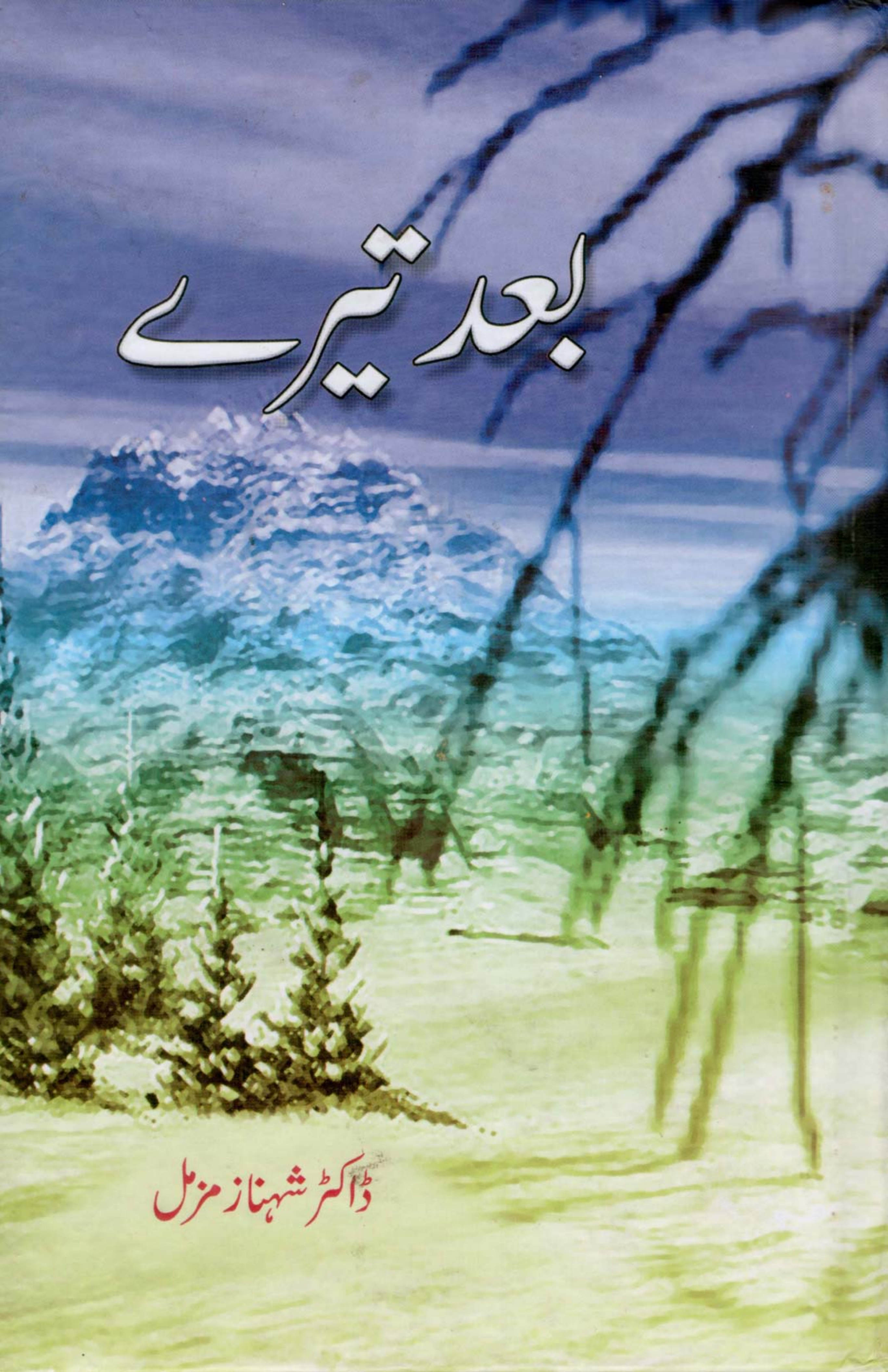


بعد تیرے

ڈاکٹر شہناز مزمل

بعد تیرے

شہناز مزمل

اہتمام : محمد احسن تہامی

مطبع : گنج شکر پرنٹرز

تاریخ اشاعت : 2007

فہرست

''بعد تیرے'' داستانِ غمِ ہجراں

پیام نو کے ساتھ شاعری کی وادیٔ پر خار میں قدم رکھا۔ کسے معلوم تھا کہ ''جذب و حروف''، ''جرأت اظہار'' کا سلیقہ پیدا کر دیں گے اور یوں ''عکس دیوار'' پہ تصویر بنانے کے ساتھ ساتھ ''موم کے سائبان'' تلے زندگی گزارنے کا فن بھی سیکھنا پڑے گا۔ وہاں دیکھے جانے والے ''میرے خواب ادھورے ہیں''۔ ان کی تعبیر کی تلاش میں ''جادہ عرفاں'' پر بھی چلنے کی کوشش کی اور ''عشق تماشا'' بھی کر کے دیکھا۔ محبتوں کی مقروض رہی اور ''قرض وفا'' بھی اتارنا پڑا۔ سفر اتنا طویل تھا کہ دوران سفر ہم سفر بھی تنہا چھوڑ گیا۔ ''بعد تیرے'' غم ہجراں اور فرقت کے لمحات کی کہانی ہے۔ سفر جاری ہے، کون جانے کس کس رستے اور کس کس منزل سے گزرنا باقی ہے۔ ''عشق دا دیوا'' جل رہا ہے شاید کوئی سراغ مل جائے۔ ورنہ عاشق اور جنونی کو تو عشق اور جنون کہیں ٹھہرنے نہیں دیتا۔ منزل اس کے لیے بے معنی ہے۔ بظاہر جو منزل نظر آتی

ہے وہ کسی نئی منزل کی راہ دکھلا رہی ہوتی ہے۔آبلا پا متلاشی پا بجولاں اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔

میں داستان سفر سناتی ہوں اور آپ شوق سے سنتے ہیں۔ ہمیشہ نئی داستان کی تلاش میں نیا سفر کرتی ہوں تا کہ آپ کو نامعلوم سفر کی داستان سنا سکوں۔ میں نے اس کتاب کا نام ''تیرے بعد'' رکھا تھا مگر اس کی تکمیل کے دوران یہ نام کسی اور نے استعمال کر لیا۔ کیونکہ میرے اشعار میں ''تیرے بعد'' اور ''بعد تیرے'' بہت دفعہ استعمال ہوا ہے اس لیے اس کو ''بعد تیرے'' کا ٹائٹل دیا ہے۔ بعد تیرے جو گزری وہ آپ کے سامنے ہے۔ اب ذرا زخموں کو سہلا لوں۔ آبلوں پر مرہم لگا لوں۔ پھر ہمیشہ کی طرح آپ کی طرف سے حوصلہ افزائی ملنے پر ایک نئے سفر کی داستان کے ساتھ حاضر ہوں گی۔ اللہ حافظ

شہناز مزمل

ادب سرائے

125۔ ایف ماڈل ٹاؤن لاہور

فون 5832335 موبائل 0300-4275692

حمد

عشق میں آگے بڑھے اور بڑھا سوز وگداز
عقل کی اب تو سنائی نہیں دیتی آواز

ہوش آتا ہی نہیں ہے ترے دیوانے کو
جذب کا کیف کا مستی کا عجب ہے انداز

آج تک خود کو سنبھالا ہے بڑی مشکل سے
کھول دے نہ دلِ مدہوش کہیں عشق کے راز

بن پلک جھپکے تجھے بیٹھ کے پہروں دیکھوں
میرے سجدے ہوں مجسم مری قائم ہو نماز

کوئی سمجھا ہے نہ سمجھے گا مری بات یہاں
تو ہی بتلا دے بھلا کس سے کروں راز و نیاز

نعت

نہاں تھی محبت عیاں ہو رہی ہے
مری دھڑکنوں میں اذاں ہو رہی ہے

تہجد کے گریہ میں شامل ہوا بھی
مرے عشق کی رازداں ہو رہی ہے

میں چپ چاپ نظریں جھکائے کھڑی ہوں
خموشی مری اب زباں ہو رہی ہے

پکارے ہے دھڑکن محمدؐ محمدؐ
حدیثِ محبت بیاں ہو رہی ہے

میں عاشق ہوں دیوانگی بڑھ کے حد سے
مرے عشق کا امتحاں ہو رہی ہے

سراپائے اقدس دکھا نیم شب میں
یہ فرقت تو سنگِ گراں ہو رہی ہے

وہ شامل ہیں دھڑکن میں سانسوں میں خوں میں
عبادت یہاں سے وہاں ہو رہی ہے

نظر کا یہ مری دھوکا نہیں ہے
وہ مجھ میں ہے مجھے بھولا نہیں ہے

قسم ترکِ تعلق کی نہ کھاؤ
تمہیں کھو کر یہ دل سنبھلا نہیں ہے

ہمیں یارائے ضبطِ غم ہے اتنا
کوئی بھی زخم اب رستا نہیں ہے

زباں سے آج سچی بات کہہ دے
جنوں کو آج تک سمجھا نہیں ہے

مجھے حیرت زدہ سا کر دیا ہے
کیوں تیرے بعد کچھ دکھتا نہیں ہے

مجھے بس صرف اس کی ہے ضرورت
وہ میری بات کو سمجھا نہیں ہے

ہے شاید مصلحت کا یہ تقاضا
وہ چپ ہے آج کچھ کہتا نہیں ہے

عشق کو اپنے لیے سمجھا اثاثہ دل کا
اور اس دل نے بنا ڈالا تماشا دل کا

بعد تیرے کوئی نظروں میں سمایا ہی نہیں
اب صدا دیتا نہیں خالی یہ کاسہ دل کا

ایک طوفان ہے روکے سے نہیں جو رکتا
موج نے توڑ دیا ہو نہ کنارا دل کا

دو گھڑی چین سے جینے نہیں دیتا ناداں
جان پاتے ہی نہیں کیا ہے ارادہ دل کا

وہ پلٹ آئے کبھی اور اسے میں نہ ملوں
لے ہی ڈوبے گا کسی روز یہ دھڑکا دل کا

چاہتیں بانٹی ہیں دنیا کو محبت دی ہے
میں نے کب یونہی سنبھالا ہے خزانہ دل کا

درمیاں عشق کے دیوار کھڑی ہے شہنازؔ
عقل پہ کیسا لگا آج یہ پہرہ دل کا

آج تک مجھ کو ترے جانے کا منظر یاد ہے
ہجر کی شب دل پہ جو رکھا تھا پتھر یاد ہے

کیا خبر یہ راستہ بدلا گیا کس کے لیے
یاد ہے اس کا ستم مجھ کو ستمگر یاد ہے

سسکیاں بڑھتی گئیں لب پر فغاں کب آ سکی
ضبط کے بندھن نے جو روکا سمندر یاد ہے

بعد تیرے بھی گزاری ہم نے اپنی زندگی
کس طرح سے کاٹنے کو دوڑتا گھر یاد ہے

جتنا میں آگے بڑھی وہ اتنا پیچھے ہٹ گیا
میں پلٹ آئی جہاں سے آج وہ در یاد ہے

کیسے ہیں جئے عشق میں حیران بہت ہیں
منزل پہ پہنچ جانے کے امکان بہت ہیں

مشکل ہے بہت اس دل وحشی کا سنبھلنا
ہاں ہاں دلِ شوریدہ میں ارمان بہت ہیں

ہے درد کے صحراؤں کی وسعت بھی زیادہ
دریا کی نظر میں ابھی طوفان بہت ہیں

دے اب تو اجازت کہ کوئی قرض چکا دوں
مجھ پر اے محبت ترے احسان بہت ہیں

دیوانگی کچھ اور بھی بڑھ جائے گی شہناز
گل دل ستاں ہے چاک گریباں بہت ہیں

کب اس نے ستایا ہے پریشان کیا ہے
ہاں اپنا مجھے مان کے احسان کیا ہے

تھا مجھ میں کہاں ترکِ تعلق کا سلیقہ
کام اس نے مرا تھوڑا سا آسان کیا ہے

آئینہ ہے ٹوٹا ہوا پھر ہاتھ میں میرے
کچھ عکس نے تیرے مجھے حیران کیا ہے

آباد ترے بعد کبھی ہو نہ سکا دل
کیوں تو نے بچھڑ کر اسے ویران کیا ہے

منزل کے قریب لا کے مجھے چھوڑ دیا ہے
کیسا یہ ستم تو نے مری جان کیا ہے

ہے جس نے بھلایا تمہیں تم اس کو بھلا دو
یہ فیصلہ غلط دلِ نادان کیا ہے

رانجھے کے لیے ہیر بھی خود رانجھا ہوئی تھی
شہناز کو اک درد نے سلطان کیا ہے

تم سے میں اور محبت نہیں کر پاؤں گی
کیا سبب ہے یہ وضاحت نہیں کر پاؤں گی

کر لیا ترکِ تعلق یہ ضروری تھا مگر
یہ الگ بات کہ نفرت نہیں کر پاؤں گی

ہے انا کا یہ تقاضا کہ بھلا دوں تم کو
جانتی ہوں یہ جسارت نہیں کر پاؤں گی

بعد تیرے مجھے احساس ہوا ہے شاید
میں کسی سے کبھی چاہت نہیں کر پاؤں گی

تو نے گر مجھ کو پکارا تو پلٹ آؤں گی
اپنے سے آج بغاوت نہیں کر پاؤں گی

کچھ ایسے دل پہ ذہن پہ پہرے بٹھائے ہیں
یادوں کے سب چراغ جلا کر بجھائے ہیں

تیرے بغیر یاد تری روگ بن گئی
خط میں نے جو سنبھالے تھے سارے جلائے ہیں

میں ٹوٹ گئی جھک نہ سکی اس کے سامنے
اس نے مری انا کے فسانے بنائے ہیں

منزل کے پاس جا کے پہنچتے تو کس طرح
جو نقشِ پا تھے سارے ہوا نے مٹائے ہیں

تیرہ شبی میں روشنی ہوتی تو کس طرح
تارے سبھی تو مانگ میں شب کے سجائے ہیں

شہنازؔ عشق کھیل سمجھتی رہی مگر
اس عقل نے تو دن میں ہی تارے دکھائے ہیں

آخرِ شب کس لیے جلتے ہیں یادوں کے چراغ
کیا کسی کو ڈھونڈنے نکلے ہیں یادوں کے چراغ

ہر گھڑی طوفان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
صبحِ نادیدہ سے کب ڈرتے ہیں یادوں کے چراغ

لاکھ خواہش پہ بھی گُل کرتی نہیں ان کو ہوا
اور کبھی پھونکوں سے بھی بجھتے ہیں یادوں کے چراغ

چاند تارے بھی فراقِ یار میں بے تاب ہیں
ہجر کی شب کیا کبھی دیکھے ہیں یادوں کے چراغ

تتلیوں سے خوشبوؤں سے جگنوؤں سے پوچھنا
گلشنِ ہستی میں بھی سجتے ہیں یادوں کے چراغ

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے تیرے بعد اب
اس دلِ شوریدہ میں بستے ہیں یادوں کے چراغ

کچھ اور روز یہاں پر قیام کرنا ہے
سکوں سے جینے کا کچھ اہتمام کرنا ہے

سکت سفر کی تو باقی نہیں ہے تیرے بعد
بس اب تو صرف سفر کو تمام کرنا ہے

نویدِ صبح زمانے کو عمر بھر دی ہے
اب اپنی صبح کی اچھی سی شام کرنا ہے

کسی سے شکوہ گلہ رنجشیں نہیں ہوں گی
کچھ ایسے آج محبت کو عام کرنا ہے

ترا خیال ہی کافی ہے عمر بھر کے لیے
اثاثہ یاد کا بس تیرے نام کرنا ہے

دوڑتے پھرتے ہیں ہر سمت امیدوں کے غزال
درد صحرا میں بچھا آج کوئی دامِ خیال

ہم نے کیا خوب سنبھالا ہے دلِ مضطر کو
نہ کوئی لب پہ شکایت نہ کوئی حرفِ سوال

روٹھنے والے کو ہم جان بہ لب کیا کہتے
وقتِ رخصت غمِ ہجراں غمِ فردا سے نڈھال

ہم نے چاہا تھا جنھیں وہ تو ہمیں چھوڑ گئے
کون ہے آ کے جو پوچھے دلِ بیمار کا حال

کھو گئے بعد ترے دشتِ فراموش میں ہم
صرف باقی جو بچا وہ ہے بچھڑنے کا ملال

اس کا انداز تغافل سے جلاتے رہنا
اپنا تو کام ہے زنجیر ہلاتے رہنا

عشق تکمیل کی حد کو کبھی چھو لے شاید
کرچیاں جوڑ کے اک عکس بناتے رہنا

غمِ جاناں غمِ ہجراں کے تسلسل کے لیے
آئینہ تم غمِ دوراں کا دکھاتے رہنا

دور تک پیچھا نہیں چھوڑتی وحشت اپنا
دشتِ فرقت میں ذرا ہاتھ ہلاتے رہنا

قید تنہائی ہے اک کربِ مسلسل کی طرح
دو گھڑی آ کے ذرا اس کو گھٹاتے رہنا

گردشِ وقت بتا تو نے یہی سیکھا ہے
خس و خاشاک کو مٹی میں ملاتے رہنا

روشنی کرب کی شدت کو بڑھا دیتی ہے
ڈوبتی شب میں چراغوں کو بجھاتے رہنا

درد صحرا میں بھٹکتا نہ پھرے بے چارہ
دیپ اک آس کا ہر سمت جلاتے رہنا

بعد تیرے کوئی وعدوں پہ جیا کرتا ہے
بھولنے والے کو یہ یاد دلاتے رہنا

اس کو آنکھوں میں بھر کے دیکھیں گے
دل میں اس کے اتر کے دیکھیں گے

داستانِ فنا بقاء کے لیے
پھول بن کر بکھر کے دیکھیں گے

عشق نشہ ہے اور نشے میں
زخم کھائیں گے مر کے دیکھیں گے

کیوں ہے دشمن ہوا چراغوں کی
اس پہ الزام دھر کے دیکھیں گے

ایک تصویر زندگی ہے اگر
خون خاکے میں بھر کے دیکھیں گے

زندگی موت کا تسلسل ہے
موت کو ہم نہ ڈر کے دیکھیں گے

ہمیں بھولے نہیں ہو یہ ابھی تک مان باقی ہے
تمہارے لوٹ آنے کا ابھی امکان باقی ہے

فریبِ آرزو میں دربدر ہوتے رہے اکثر
تمنا ہو کوئی پوری یہی ارمان باقی ہے

بہت سے ہیں مراسم اور بہت ہیں رابطے اپنے
مگر اپنے پرائے کی ابھی پہچان باقی ہے

ادھوری خواہشیں اپنی ادھورے رہ گئے ہیں ہم
کوئی الجھن کوئی تلخی کوئی خلجان باقی ہے

اسے گردش نے مجھ سے چھین کر مٹی کو دے ڈالا
دلِ ویران میں اب تک مرا سلطان باقی ہے

تمہارے پاس آنے کی کوئی جلدی نہیں ہم کو
بہت سا کام باقی ہے ابھی دیوان باقی ہے

مرے آنسو ستارے جان کر دامن میں بھر لو گے
شبِ فرقت سجا دو گے یہ اطمینان باقی ہے

ملا تھا کوئی مجھے میری ابتدا بن کر
میں سامنے ہوں ترے اس کی انتہا بن کر

زباں سے ایک بھی نہ لفظ کہہ سکی لیکن
یہ آنکھ روئی مری حرفِ مدعا بن کر

کبھی بھی جس سے تعلق نہ بن سکا کوئی
رہا وہ شخص مرے ساتھ اک دعا بن کر

سفینہ جس نے ڈبویا مرا لبِ ساحل
وہ آ گیا ہے مرے پاس ناخدا بن. کر

اکیلا چھوڑ دو کچھ دیر میرے چارہ گرو
نہ آزماؤ مجھے تم مری سزا بن کر

وہ ہی رگ رگ میں سمایا تھا کوئی دوجا نہ تھا
ٹوٹ کر چاہا اسے میں نے اسے پوجا نہ تھا

اس لیے وہ عمر بھر مجھ کو بہت اچھا لگا
جھک گیا اکثر مگر گر کر کبھی ٹوٹا نہ تھا

میں اسے محسوس کر سکتی ہوں اپنے چار سو
وہ تھا جیسا اس کے جیسا اور تو دیکھا نہ تھا

وقت رخصت اس کی آنکھوں میں نمی اتری تو تھی
دھندلکا چھایا مگر وہ ٹوٹ کر رویا نہ تھا

میں نے چاہا بارہا اس کو پلٹ کر دیکھنا
زندگی کی دوڑ میں مجھ کو نظر آیا نہ تھا

ہوا کیوں راستہ روکے کھڑی ہے
کسی کے لوٹ آنے کی گھڑی ہے

کہانی ہو بھلا کیسے مکمل
یہاں تو سب کو ہی اپنی پڑی ہے

وفا کا رنگ بھی بدلا ہوا ہے
جفا بھی ہاتھ پھیلائے کھڑی ہے

نہیں درکار ہنگامِ جہاں اب
بہت آباد دل کی جھونپڑی ہے

ذرا کچھ دیر رک جا سبز موسم
مری تتلی بھی پر تولے کھڑی ہے

زمیں کا دشت کندن ہو گیا ہے
نہ بادل ہیں نہ ساون کی جھڑی ہے

ستارے پھر مری پلکوں پہ ٹھہرے
محبت کی سزا کتنی کڑی ہے

نہیں یہ جانتی معصوم چڑیا
وہ چھوٹی ہو کے بھی کتنی بڑی ہے

نظر شہناز کو کیا آرہا ہے
بہت مدت میں یہ خود سے لڑی ہے

یہ ہر سو آج کس کا تذکرہ ہے
زمانے بھر میں ہنگامہ بپا ہے

کنارہ ہی کنارے سے جدا ہے
انوکھا یہ ابد سے سلسلہ ہے

تجھے پا کر بھی تجھ سے مل نہ پاؤں
مرا کب یہ ترا ہی فیصلہ ہے

چھپا رکھا ہے تجھ کو چشمِ تر میں
مری آنکھوں سے خوں رسنے لگا ہے

تجھے اپنا بنانے کے جنوں میں
دوانہ جگ میں رسوا ہو گیا ہے

ستارے تتلیاں جگنو نہیں ہیں
کرم کا یہ ترے انداز کیا ہے

جلا کر کشتیاں آگے بڑھے ہیں
پھر ہو گا کیا یہ کب ہم کو پتہ ہے

سفر تو اک تواتر سے ہے جاری
زمانہ ہے وہی لہجہ نیا ہے

تغافل سے ترے تھک سے گئے ہیں
محبت کی ملی اچھی سزا ہے

بجھائے گا کوئی جھونکا یا طوفاں
ہوا کے ہاتھ میں جلتا دیا ہے

اپنی یادوں کے چراغوں کو جلانا چاہوں
دل کی ہر بات تجھے آج بتانا چاہوں

ٹمٹماتے ہیں دیئے ھجر کے ان آنکھوں میں
چشمِ پُرنم سے انہیں آج بجھانا چاہوں

تو نے جاتے ہوئے اک بار تو سوچا ہو گا
ساتھ جینے کو ترے ایک زمانہ چاہوں

کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہے مجھے تیرے بعد
تیرے بن نام بھی میں اپنا مٹانا چاہوں

عکس کوئی بھی نہیں دل کو مرے بھاتا اب
دل کے آئینے کو پتھر سا بنانا چاہوں

ایک عجب لطف سلگنے میں ملا ہے شہنازؔ
آس کی شمع جلا کر میں بجھانا چاہوں

وہ سامنے ہوں مرے اور نظر جھکی نہ رہے
متاعِ زیست لٹا کر کوئی کمی نہ رہے

دیئے جلائے ہیں میں نے کھلے دریچوں پر
اے تندو تیز ہوا تجھ کو برہمی نہ رہے

بتاؤ ایسا بھی منظر نظر سے گزرا ہے
چراغ جلتے رہیں اور روشنی نہ رہے

کوئی بھی لمحہ گزرتا نہیں ہے تیرے بغیر
تعلقات میں ایسی بھی چاشنی نہ رہے

ہمارے حوصلے کو دیکھ کر یہ کہتے ہو
زبان بند رہے آنکھ میں نمی نہ رہے

ملے جو روشنی تجھ سے تو ظلمتیں کم ہوں
کہ تیرے بعد مری جان زندگی نہ رہے

لبوں پہ آ گیا دم اپنا جس موسم میں
ھوائے ابر بہاراں یونہی تھمی نہ رہے

منزلیں گم ہو گئیں کیا ہمسفر کا سوچنا
جو نہیں موجود اب کیا ایسے ڈر کا سوچنا

چار دیواری سے ڈرتے تھے اچانک کیا ہوا
دشتِ وحشت میں بھٹک کر بام و در کا سوچنا

سوچ کی پرواز کو اب مل گئے ہیں تازہ پر
چھوڑ دے اب تو پرانے بال و پر کا سوچنا

تیری ہر تحریر کا انداز ہو سب سے جدا
چن کے لکھنا لفظ حرفِ معتبر کا سوچنا

وقت بدلا ہے تو اپنی سوچ کو تو بھی بدل
اب چراغوں کا نہیں شمس و قمر کا سوچنا

تو زندگی کا طور طریقہ بدل ذرا
منزل نہیں ملی ہے تو رستہ بدل ذرا

اک ایک کرکے سارے بھنور ٹوٹتے گئے
اے موج تو بھی اپنا ارادہ بدل ذرا

کچھ اس کو بھی احساس ستم ہو سکے شاید
گر دل نہیں بدلتا تو چہرہ بدل ذرا

اب تو فریب کھانے کا بھی حوصلہ نہیں
مجھ کو پکارنا ہے تو لہجہ بدل ذرا

کاتب کے لیے کچھ بھی تو دشوار نہیں ہے
یا نام ہی بدل یا ستارہ بدل ذرا

شہناز تو تو عشق تماشے میں کھو گئی
اب زندگی کے رخ کو دوبارہ بدل ذرا

غیر سے اس کی رفاقت نہیں دیکھی جاتی
مجھ سے خود اپنی ہی وحشت نہیں دیکھی جاتی

اک گھڑی بھر کے تعلق کی حقیقت کیا ہے
دلِ مضطر سے شراکت نہیں دیکھی جاتی

کہہ دیا اپنا اسے سوچنا بے معنی ہے
دوستی میں تو مروت نہیں دیکھی جاتی

گُل کیے دیتی ہے دہلیز پہ جلتے دیپک
اے ہوا تیری شرارت نہیں دیکھی جاتی

خواب کب کوئی بھی شرمندۂ تعبیر ہوا
بجھتی آنکھوں میں ندامت نہیں دیکھی جاتی

ہجر کا دن تو کسی طرح سے کٹ جاتا ہے
شبِ فرقت کی قیامت نہیں دیکھی جاتی

بس یہ طے ہے کہ سفر ساتھ کریں گے ہم تم
ہمسفر کی کوئی عادت نہیں دیکھی جاتی

ٹھیس لگتی ہے انا پر تو لہو کھولتا ہے
چشمِ نم دیدہ کی غیرت نہیں دیکھی جاتی

کس لیے ترکِ تعلق پہ ہوئے آمادہ
آپ سے کیا مری چاہت نہیں دیکھی جاتی

مجھ کو بہارِ زیست نے قائل نہیں کیا
تیرے بغیر جینے پہ مائل نہیں کیا

نظروں سے دور رہ کے بھی کیوں سامنے رہے
پردہ بھی درمیاں میں حائل نہیں کیا

کب ہم میں فیصلے کا کبھی حوصلہ رہا
کچھ منصفی یہ اس کو بھی مائل نہیں کیا

ترکِ تعلقات نے ہم کو مٹا دیا
ایسے تو اپنے آپ کو زائل نہیں کیا

کیوں جھک کے ملیں اپنی انا کا سوال ہے
پھر اس کا ہم نے فون بھی ڈائیل نہیں کیا

شام کے دھندلکے میں راستہ بنا دینا
ہاتھ پر ہوا کے تم اک دیا جلا دینا

دھوپ لے کر اترا ہے کوئی میرے آنگن
چاندنی کو چندا کو گھر مرا دکھا دینا

حوصلہ تو کافی ہے تھک گئی ہوں لیکن اب
جتنی سہہ سکوں گی میں اس قدر سزا دینا

جگنوؤں ستاروں کے قافلوں سے کہہ دینا
رات کے مسافر کو راستہ دکھا دینا

نفرتوں کے چنگل سے آ کے اب نکالو بھی
ہے کہاں محبت کا راستہ بتا دینا

تجھ سے پیار کے بدلے اور کچھ نہ مانگوں گی
مجھ کو ایک اچھی سی بس کبھی دعا دینا

وہ میری تمنا کا اک حسین محور ہیں
جان میری بس وہ ہیں یہ انہیں بتا دینا

اس کو یہ نیا جیون یہ خوشی مبارک ہو
پھول اس کے آنگن میں اے خدا کھلا دینا

دستکیں شب بھر ہوا دیتی رہی
لو چراغوں کی صدا دیتی رہی

بدلیوں کی اوٹ میں تھا چاند اور
جانے کیا کیا چاندنی کہتی رہی

شب پہ کیا گزری کسے معلوم ہے
صبح تارے اوڑھ کر سوتی رہی

پھول سے بھنوروں کی سن کر داستاں
رات بھر شبنم یونہی روتی رہی

چمن کے تتلی پھول کی کچھ پتیاں
خوشبوؤں سے باوضو ہوتی رہی

مجھ سے دریا کو سمندر میں ملانا چاہے
دلِ وحشی تو نئی سمت میں جانا چاہے

ضد تو دیکھو کسی سرکش کسی دیوانے کی
بن کے تعبیر نیا خواب دکھانا چاہے

ساتھ رہتا بھی نہیں پاس وہ آتا بھی نہیں
دور رہ کر بھی مرا ساتھ نبھانا چاہے

مجھ سی کچھ اور بھی حیران سی آنکھیں ہوں گی
کس کا چہرہ مجھے آئینہ دکھانا چاہے

دے کے آواز بلاتا ہے پلٹ جاتا ہے
اس تغافل سے بھلا کیا وہ جتانا چاہے

ساتھ چلنے کے لیے ایک زمانہ ہے مگر
وہ مجھے صرف مجھے اپنا بنانا چاہے

دور تک عشق سمندر میں اتر کر دیکھا
چشمِ حیراں کیا مجھے پھر سے دکھانا چاہے

عاشقی کیا ہے سوچتا کب تھا
عشق کچھ ایسا مرحلہ کب تھا

روشنی کی کسے ضرورت تھی
دل جلا تھا بجھا ہوا کب تھا

راستہ جگنوؤں نے دکھلایا
رات کے ہاتھ میں دیا کب تھا

ذات کی کشمکش میں الجھا تھا
اپنے ہی آپ سے چھپا کب تھا

کب میسر تھی اس کو تنہائی
خود سے بھی عمر بھر ملا کب تھا

ٹوٹتا تھا بکھرتا رہتا تھا
کچھ کسی سے کہا سنا کب تھا

راز کھلتا تو کس طرح کھلتا
وہ کسی کا کبھی ہوا کب تھا

چاند تو سو گیا تھا جلدی سے
وہ مرے ساتھ جاگتا کب تھا

ساتھ میرے وہ عمر بھر ٹھہرا
میرا سایہ تھا دوسرا کب تھا

فریب آرزو کھاتے رہے ہیں
یونہی اس دل کو بہلاتے رہے ہیں

جو خود کو بھی سمجھ پائے نہ اب تک
وہ ہم کو آ کے سمجھاتے رہے ہیں

جنھیں کچھ بھی نظر آتا نہیں ہے
انہیں آئینہ دکھلاتے رہے ہیں

تعلق کوئی بھی ہم سے نہیں ہے
پلٹ کر کس لیے آتے رہے ہیں

گوارا ہی نہیں خود جن سے ملنا
انہیں وہ ہم سے ملواتے رہے ہیں

اپنی نظروں سے وہ گرا کیسے؟
کب ہوا کیوں ہوا، ہوا کیسے؟

دل تو مدت سے ساتھ چھوڑ گیا
پھر یہ دھڑکن یہ شور سا کیسے؟

ایک پل بھی جو دور رہ نہ سکا
مجھ سے وہ دور ہو گیا کیسے؟

ہر گھڑی وہ مری نگاہ میں تھا
میری نظروں سے چھپ گیا کیسے؟

ہم سفر تھا وہ منزلوں کا مگر
راستے میں وہ رک گیا کیسے؟

ساتھ رہنے کا تم سے وعدہ تھا
راستے ہو گئے جدا کیسے؟

دوستی اس کی آندھیوں سے تھی
نیم شب میں دیا بجھا کیسے؟

کچھ بتائے گی چشمِ حیراں ہی
ٹوٹ جاتا ہے آئینہ کیسے؟

مجھ سے بچھڑا تھا وہ حسیں لمحہ
دامن وقت پر سجا کیسے؟

وہ تو خود سے بھی چھپ کے بیٹھا تھا
وہ ملا تو تمہیں ملا کیسے؟

تجھ سے مل کے بھی آج وحشت ہے
کیا قیامت سی یہ قیامت ہے

عشق آسان مرحلہ تو نہیں
عاشقی کیف ہے ضرورت ہے

کون جیتا ہے کون مرتا ہے
دیکھ لیں اتنی کس کو فرصت ہے

دیکھ لیناوہ مان جائے گا
روٹھ جانے کی اس کو عادت ہے

منتظر ہیں سماعتیں کب سے
کہ بھی دو نا تمہیں محبت ہے

ان کہی یہ میری کہانی ہے
پر کسی کو تو یہ سنانی ہے

کچھ تو لاحاصلی کا حاصل ہو
میرے حصے میں رائیگانی ہے

کاغذی پیرہن پہن کر کیوں
ڈوب جانے کی سب نے ٹھانی ہے

کچی دہلیز پر دیا رکھ دو
میرے اجداد کی نشانی ہے

دو کنارے کبھی نہیں ملتے
یہ حقیقت بہت پرانی ہے

بے سبب تو ملی نہیں شہرت
وجہِ تشہیر زندگانی ہے

میرے خالق مرے مصور نے
تجھ سی تصویر کب بنانی ہے

جو تھا اپنا ہوا وہ بیگانہ
بات یہ خود سے بھی چھپانی ہے

آئینہ دیکھنے سے کیا ہو گا
شکل اس میں وہی پرانی ہے

کٹا کے پر بھی تہہِ دام وہ نہیں آیا
پلٹ کے گھر بھی سرِ شام وہ نہیں آیا

نہ جانے کونسی مشکل میں گھر گیا ہے وہ
کبھی کہیں سے بھی ناکام وہ نہیں آیا

ابھی تو آبلہ پا کا سفر بھی باقی ہے
سکونِ دل ملے انجام وہ نہیں آیا

وہ نامور ہے ستائش سے دور رہتا ہے
تمام عمر لبِ بام وہ نہیں آیا

ہمیں نکلتے ہیں اب اس کو ڈھونڈنے شہنازؔ
کبھی تو اپنے کسی کام وہ نہیں آیا

مجھے جینے کا رستہ پھر دکھا دو
مجھے بڑھنے کا آگے حوصلہ دو

ہزاروں خواہشیں ہیں نامکمل
نئی امید کو مت راستہ دو

میں بچپن اپنا ان میں ڈھونڈ لوں گی
مجھے پھر سے کھلونے کچھ دلا دو

کبھی ظلمت کدے میں روشنی ہو
دیا دہلیز پر آ کر جلا دو

تپش سے جل گیا ہے جسم سارا
ہواؤں کو مرے گھر کا پتا دو

بہت مدت سے میں سوئی نہیں ہوں
کہانی ہی کوئی آ کر سنا دو

بہت معصوم سی خواہش ہے میری
ستارے تتلیاں جگنو ہی لا دو

مجھے مل جائے بن مانگے ہی سب کچھ
مقدر کا سکندر ہی بنا دو

خواب میں آتے ہیں سب روز دلاسا دینے
کیوں چلے آتے ہیں سب مجھ کو سنبھالا دینے

شام کاجل مری پلکوں پہ سجا دیتی ہے
رات آ جاتی ہے پھر اشکوں کی مالا دینے

میں کسی پہر بھی دروازے کو کھولوں کیسے
کون آئے گا سویروں کا اجالا دینے

غم و آلام نے کر ڈالا۔ مجھے یخ بستہ
آ بھی جاؤ نا محبت کا دوشالہ دینے

تیر گی ظلمتِ شب کی ذرا چھٹ جائے گی
منتظر چاند کو کب آؤ گے ہالہ دینے

کوئی آہٹ کوئی کھٹکا سا ہوا تو ہو گا
میرے آنے کا اسے دھوکا ہوا تو ہو گا

ساتھ رہتا ہے جو احساس میں خوشبو کی طرح
نام میرا کبھی اس نے بھی لیا تو ہو گا

اس نے بھی آنکھ گھڑی بھر کو نہ جھپکی ہو گی
دل میں اس کے کوئی دھڑکا سا لگا تو ہو گا

ڈوبتے ڈوبتے اس کو ہی پکارا میں نے
میری آواز کو سن کر وہ مڑا تو ہو گا

اس کے دل سے کیسے میری پریت گئی
ھاری جو گن پل میں کیسے جیت گئی

چڑھتا سورج ایک الاؤ درد کا ہے
رات تو ساجن جیسے تیسے بیت گئی

پاگل من نے مجھ کو بے سُر کر ڈالا
جانے کیوں میں سیکھنے سُر سنگیت گئی

لفظ کبھی چاہت کے اس نے سیکھے کب
بن کیسے ساجن کی پگلی میت گئی

بام پہ جب میرے آنے کی باری تھی
بدل زمانے بھر کی ہر اک ریت گئی

آؤ پھر سے عہد و پیماں کرتے ہیں
جینے کا کچھ پیدا ساماں کرتے ہیں

جانتے ہیں ہم اس کا ملنا مشکل ہے
ساتھ ہمارے وہ ہو ارماں کرتے ہیں

ہجر کی باتیں وصل کے قصے چھوڑو اب
ایسی باتیں پاگل ناداں کرتے ہیں

خود ہی مسیحا خود ہی اپنے راہبر ہیں
خود ہی اپنے درد کا درماں کرتے ہیں

ستم ظریفی اس کی پرانی عادت ہے
ہم کیوں اپنے دل کا نقصاں کرتے ہیں

کیا اس کو مرا کرب دکھانا ہے ضروری
نالہ بھی مرا اس کو سنانا ہے ضروری

دکھلاتا رہے طرزِ تغافل و تجاہل
ہاں اس کا مگر لوٹ کے آنا ہے ضروری

چھلنی ہے جگر آنکھ سے رستا ہے لہواب
ہاں بارِ دگر چوٹ بھی کھانا ہے ضروری

آتا ہی نہیں مجھ کو منانے کا سلیقہ
وہ عشق ہے اپنا یہ بتانا ہے ضروری

پر کاٹ کے صیاد نے آزاد کیا ہے
اب حوصلہ اپنا بھی دکھانا ہے ضروری

حد ظلم کی بڑھ جائے تو کچھ اور زیادہ
ظالم کے لیے دام بچھانا ہے ضروری

بھٹکا کیے تلاش میں خود اپنی عمر بھر
کب رہبر ملا یا ملی کوئی رہگذر

امید کے چراغ جلے جل کے بجھ گئے
ظلمت کدے میں کھینچ کے لائی نئی سحر

مدت گزر گئی ہمیں خود سے ملے ہوئے
اب تو تلاشِ یار میں کتنا ہے یہ سفر

باہر نکل کے دیکھنا کتنا محال ہے
زندانِ آرزو کو سمجھتے رہے ہیں گھر

تھم جا ہوائے درد نمی بڑھ گئی بہت
اس چشمِ تر سے کچھ بھی تو آتا نہیں نظر

چاروں طرف ہیں دھند کے خیمے لگے ہوئے
پر تتلیوں کے جل گئے ٹھٹھرے ہیں سب شجر

بے رونقی سی گلشن ہستی میں چھا گئی
اب کے برس بہار بھی گزری ہے بے ثمر

دیئے کے بین کو کس نے سنا ہے
وہ شب ڈھلنے سے پہلے بجھ گیا ہے

مٹا دیتی ہے سارے نقش پل میں
بہت شوریدہ سر چلتی ہوا ہے

ہمیشہ آبلے پھٹتے رہے ہیں
مسیحا کب کوئی پیدا ہوا ہے

مجھے رستے ہی میں وہ چھوڑ دے گا
عجب سا فیصلہ اس نے کیا ہے

بچھے خارِ مغیلاں ہر طرف ہیں
یہ کیسا راستہ میں نے چنا ہے

کٹے گا اب یہ کیسے حبس موسم
ہوا کا زور بھی تھم سا گیا ہے

بہت مدت سے مینہ برسا نہیں ہے
الاؤ درد کا بھڑکا ہوا ہے

زندگی سے گزر کے دیکھیں گے
اپنے اندر اتر کے دیکھیں گے

ضبط کو اپنے آزمانا ہے
ٹوٹ کر ہم بکھر کے دیکھیں گے

کچھ تو لاحاصلی کا حاصل ہو
ایک کوشش تو کر کے دیکھیں گے

مسکرا کے بھی ہم نے دیکھ لیا
خود پہ ہم طنز کر کے دیکھیں گے

روز وعدوں سے وہ مکرتا ہے
آج ہم بھی مکر کے دیکھیں گے

کیوں چھلکتے ہیں بھر کے پیمانے
خالی پیمانے بھر کے دیکھیں گے

چھپے ہو سات پردوں میں تمہیں تصویر کرنا ہے
ہمیں تو آج اپنے عشق کی تشہیر کرنا ہے

مکیں مدت سے ہوں ظلمت کدے میں آج سوچا ہے
لبادہ چاندنی کا اوڑھ کر تنویر کرنا ہے

بہت ٹھہراؤ سا محسوس ہوتا ہے طبیعت میں
اب آگے بڑھ کے شہرِ آرزو تسخیر کرنا ہے

اسیری کے ہوئے عادی نہیں صیاد سے شکوہ
اسی کُنجِ قفس کو باعثِ توقیر کرنا ہے

یہ سوچا ہے کہ اب کچھ نہ چھپائیں گے زمانے سے
جو دل پر نقش ہے قرطاس پر تحریر کرنا ہے

خیالوں کی بہت یلغار سی رہنے لگی ہے اب
انہیں اب سلسلہ در سلسلہ زنجیر کرنا ہے

ہوا ہے جل کے یہ دل راکھ دنیا کی محبت میں
زمانے کے لیے اس خاک کو اکسیر کرنا ہے

پرانے اور ادھورے خواب سارے طاق میں رکھ کر
نیا اک خواب بُننا ہے نئی تعبیر کرنا ہے

مجھے جلدی بھی ہے گھر شام سے پہلے پہنچنے کی
ستارہ جو سنبھالا ہے اسے تقدیر کرنا ہے

پرانے سب نظاروں سے یہ دل بھر سا گیا ہے اب
نیا منظر بنانے کی کوئی تدبیر کرنا ہے

ہوا کے دوش پہ جلتے ہیں آرزو کے دیئے
چھپا کے رکھا ہے خود کو جہاں سے تیرے لیے

ہے نشہ کیسا کسی طور ٹوٹتا ہی نہیں
زمانہ گزرا مجھے عشق کی شراب پیئے

میں کیسے مان لوں کہ وہ مرا مسیحا ہے
نہ اس نے یاد ہی رکھا نہ میرے زخم سیئے

کبھی تو پہنچے گی کشتی کسی کنارے پر
ہوا کے رخ پہ سبھی بادبان کھول دیئے

پلٹ کے پوچھا نہیں آج تک کبھی اس نے
بس ایک وعدۂ فردا پہ کوئی کیسے جیئے

تمام عمر کا بس صرف یہ ہی حاصل ہے
خدا ہے میرے لیے اور میں خدا کے لیے

کیا محوِ تماشا کو دعا دے نہیں سکتے
اس عشق کی کیا اس کو جزا دے نہیں سکتے

جھکنے لگا کیوں آپ کا انصاف ترازو
کیا جرم کی مجرم کو سزا دے نہیں سکتے

ہونے لگے ہیں راکھ محبت بھرے سپنے
بجھتے ہوئے شعلوں کو ہوا دے نہیں سکتے

راضی بہ رضا ہو کے ذرا پوچھنا چاہوں
عاشق کو محبت کی ردا دے نہیں سکتے

زخمی ہیں مرے پاؤں بدن چھلنی ہوا ہے
ہو کیسے مسیحا کہ دوا دے نہیں سکتے

کس خوف نے تم کو ہے کیا ساکت و جامد
تم میرے بلانے پہ صدا دے نہیں سکتے

سانس کے تسلسل کو ٹوٹنا تو ہوتا ہے
زندگی کو خود سے بھی روٹھنا تو ہوتا ہے

کب تلک تغافل کے جبر سہہ سکو گے تم
دل سے اپنے آخر کو پوچھنا تو ہوتا ہے

لاکھ چھپ کے بیٹھیں ہم خود سے اور دنیا سے
اپنے آپ کو اک دن کھوجنا تو ہوتا ہے

یوں بدل نہیں سکتے زندگی کے منظر کو
فیصلے سے پہلے کچھ سوچنا تو ہوتا ہے

مان ہے بہت اس پر اس لیے اکڑتے ہیں
وہ جو حکم دیتا ہے ماننا تو ہوتا ہے

خامشی کی عادت ہے بے بصر نہیں ہیں ہم
آنکھ کھول کر سب کچھ دیکھنا تو ہوتا ہے

گھر میں اپنا جب کوئی منتظر نہیں ہوتا
بے ارادہ سڑکوں پر گھومنا تو ہوتا ہے

روکنا بھی چاہیں تو یہ کبھی نہیں رکتے
چاند ہو یا سورج ہو ڈوبنا تو ہوتا ہے

دیکھ لی ہم نے ابتداء کر کے
کیا کریں گے اب انتہا کر کے

اس کو عادت ہے توڑ دینے کی
دل تو رکھا ہے آئینہ کر کے

بس ہمیں ایک وہ ہی کافی ہے
تم کو دیکھا ہے ناخدا کر کے

بیچ میں عشق کا سمندر ہے
پار جانا ہے حوصلہ کر کے

ہم نے تجھ کو بنا لیا محور
ہر نظر تجھ پہ دائرہ کر کے

تھا عجب مرحلہ محبت کا
ختم ہو گا خدا کر کے

کچھ بگاڑا نہیں زمانے نے
ہم کو دیکھا ہے کیا سے کیا کر کے

وہ مقدر بدل ہی دے شاید
دیکھتے ہیں ذرا دعا کر کے

مسیحا کوئی کب پیدا ہوا ہے
ہزاروں بار میرا دل جلا ہے

نہیں دستک کی اب کوئی ضرورت
چلے آؤ کہ دروازہ کھلا ہے

بہت دشوار ہے اب سانس لینا
ہوا کا زور بھی تھم سا گیا ہے

مجھ ہی سے سیکھ کر رسمِ وفا اب
مجھے ہی آزمایا جا رہا ہے

نظر اپنی خطا آتی نہیں ہے
ہر اک الزام مجھ پہ دھر دیا ہے

نہ بولیں گے جو جی میں آئے کہہ دو
سمجھ لیں گے یہ چاہت کا صلہ ہے

ذرا لفظوں کا مرہم ہی لگا دو
مجھے احساس نے زخمی کیا ہے

خود جو اپنے سے ڈر گئے ہوں گے
کیسے کل اس کے سامنے ہوں گے

چھپ کے بیٹھے ہیں دور ہم سے وہ
جانے کس کام میں لگے ہوں گے

اب کسک بھی نہیں چبھن بھی نہیں
زخم سارے ہی بھر گئے ہوں گے

ان کے جانے پہ بارہا سوچا
کیسے اپنے بھی حوصلے ہوں گے

قربتوں کا حصول کیسے ہو
کم کبھی دل کے فاصلے ہوں گے

یہ تصور بھی کب کیا ہم نے
یوں جدا اپنے راستے ہوں گے

آنکھ اندر کی کھل گئی تو پھر
بے خبر رہ کے رابطے ہوں گے

عشق کیسے مراد پائے گا
ختم کیسے یہ سلسلے ہوں گے

اس شیشے کے گھر میں کوئی موجود بھی ہو گا
حیرت ہے مکین جلوۂ مقصود بھی ہو گا

گھر بار کو چھوڑا ہے نکل آئے ہیں بن میں
ہے جس کی تمنا وہی مسجود بھی ہو گا

منزل کا تعین بھی ضروری ہے بہت اب
بھٹکے تو سفر اپنا یہ بے سود بھی ہو گا

خود اپنی وکالت کبھی کرنی نہ پڑے گی
شاھد ہیں اگر ہم کوئی مشہود بھی ہو گا

مشکل نہیں عاشق کے لیے عشق کی تکمیل
بے چین ملاقات کو معبود بھی ہو گا

رہِ حیات کے منظر کو اب بدلنا ہے
اداس شام کے لمحوں میں رنگ بھرنا ہے

سکت سفر کی تو باقی نہیں ہے تیرے بعد
بس اب تو صرف سفر کو تمام کرنا ہے

خزاں ہے نوحہ کناں فصلِ گل پریشاں ہے
بدلتی رُت یہ بتا اب کہاں ٹھہرنا ہے

پکار مت مجھے دشتِ فنا تواتر سے
کچھ اور دیر یہاں پر قیام کرنا ہے

جنازہ اپنے ہی کندھوں پہ لاد کر شہناز
کبھی بھی شہرِ خموشاں میں جا اترنا ہے

آج مجھ کو تری ضرورت ہے
بن ترے زندگی قیامت ہے

تو مجھے آسماں سمجھتا تھا
بے رخی تیری وجۂ حیرت ہے

تیری دنیا نے چاہتیں دی ہیں
کیسے کہہ دوں کہ اس سے نفرت ہے

میری رگ رگ میں وہ سمایا ہے
سامنے میرے اس کی صورت ہے

قرب اس کا مجھے ملا جب بھی
وہ ہی لمحہ مری عبادت ہے

ہر دفعہ پوچھتے ہو کیوں مجھ سے
ہاں کہا نا مجھے محبت ہے

جس کے دل میں آگ لگی ہو اس سے پوچھو
درد کی جس میں جوت جگی ہو اس سے پوچھو

سپنے کرچی کرچی ہو کر بکھرے ہوں
آنکھوں میں تعبیر سجی ہو اس سے پوچھو

اپنا آج نہیں ہے جس کا کل کیا ہو گا
آس ہی جس کی ٹوٹ گئی ہو اس سے پوچھو

اپنے دل کی دھڑکن سے بھی ڈر کر جس نے
طوفانی آواز سنی ہو اس سے پوچھو

موجوں نے ساحل پر جس کو گھیر لیا ہو
جان پہ جس کے آن بنی ہو اس سے پوچھو

بدن دریدہ آبلہ پا منزل کے قریں ہو
بیچ میں اک دیوار کھڑی ہو اس سے پوچھو

میرا رب کیوں اکثر مجھ کو بھول گیا
مجھ میں شاید کوئی کمی ہو اس سے پوچھو

پردۂ ظلمت سے ہٹاتے ہیں سحر دیکھتے ہیں
چشمِ پُرنم نے کیا کتنا اثر دیکھتے ہیں

درد ہے عشق کی معراج تو ڈرنا کیسا
آبلے پھوڑ کے رفتارِ سفر دیکھتے ہیں

کھٹکھٹانا نہیں بوسیدہ حویلی کے کواڑ
ایک دستک ہی سے گرتا ہوا گھر دیکھتے ہیں

کیف سا چھانے لگا ہے مرے احساس پہ پھر
ہم ترے در کا سفر بارِ دگر دیکھتے ہیں

ایک سناٹا سا طاری ہے بہت مدت سے
اپنے اطراف میں پھیلا ہوا ڈر دیکھتے ہیں

آئینہ خانہ نظر آتی ہے دنیا مجھ کو
تو ہی آتا ہے نظر ہم تو جدھر دیکھتے ہیں

دل میں جب یاد تیری در آئی
آنسو کرتے رہے پذیرائی

آئینہ دل کا توڑ کر دیکھا
تیری تصویر ہی نظر آئی

منحصر سب تیری عطا پر تھا
آخر امید میری بر آئی

سامنے اب مرا مقدر ہے
کس کے در پر میں کس کے گھر آئی

نور اور خوشبوؤں کی بارش میں
بھیگنے سے کبھی نہ گھبرائی

اب چھپا لیں گے مجھ کو دامن میں
عشق کی ہو گئی ہے شنوائی

نظر کے سامنے اک زاویہ ہے
مجھے یہ چشمِ حیراں نے دیا ہے

سمجھ گم ہو گئی حیرانیوں میں
رویہ عشق کا ایسا رہا ہے

تمہیں اس کے سوا کیا دے سکوں گی
یہ میرا پیار ہی میری دعا ہے

ملے گا بھی کبھی کچھ منتظر کو
گماں زیادہ یقیں کم ہو گیا ہے

کہاں ہے کون ہے کیسا ہے کیا ہے
عجب یہ فلسفہ الجھا ہوا ہے

تجسس اور تردد کا یہ تحفہ
تری جانب سے ہی مجھ کو ملا ہے

فریب آرزو دنیا ہے ساری
جو اوجھل ہے وہی میرا خدا ہے

جو دیکھی روشنی تو شک ہوا ہے
اتر کر چاند گھر میں آ گیا ہے

کیوں تم اب حوصلہ کھونے لگے ہو
مجھے تو حوصلہ تم سے ملا ہے

کیسے مانگوں بتا اب کوئی میں دعا
جب ملا مجھ کو کاسہ تو خالی ملا

ہر طرف ہے خداؤں کا میلہ لگا
ایک مظلوم پر ظلم بڑھتا گیا

سینکڑوں در ہیں رحمت کے میں نے سنا
کب میرے واسطے در کوئی ہے کھلا

تو ہے میرا خدا مجھ کو یہ تو بتا
بندگی کا مری کیا یہی ہے صلہ

گر مرے واسطے کچھ نہیں ہے لکھا
پست ہوتا ہوا حوصلہ تو بڑھا

ہاتھ میں ہے ترے اب مرا فیصلہ
حالِ دل میں نے تجھ کو دیا ہے سنا

جو میرے واسطے رکھا ہوا ہے
وہ میرے ہاتھ پر لکھا ہوا ہے

کہو طوفان سے تھوڑی دیر ٹھہرے
دیا دہلیز پر رکھا ہوا ہے

کہاں پر کب یہ ۔ کس کے ساتھ ہو گا
سب اس نے پہلے سے سوچا ہوا ہے

مجھے تعبیر اس کی بھی بتا دو
ادھورا خواب اک دیکھا ہوا ہے

کسی کو بھی نہیں خاطر میں لاتا
بس اپنے کو خدا سمجھا ہوا ہے

ہمیشہ ہم نے تو یہ ہی کہا ہے
ہوا جو کچھ بہت اچھا ہوا ہے

مقام و مرتبہ شہرت سبھی کچھ
مجھے ماں کی دعاؤں سے ملا ہے

رنگِ حیات پھر سے پلٹ جانا چاہیے
عاشق کو اپنے جیسا ہی دیوانہ چاہیے

آئینے چار سو ہوں نظر آئے بس وہی
اے شوق مجھ کو ایسا صنم خانہ چاہیے

نظریں جھکائے مجھ کو بہت دیر ہو گئی
میری دعا کا اب تو جواب آنا چاہیے

اک راستے پہ چلتے زمانہ گزر گیا
رستہ ذرا مجھے بھی جداگانہ چاہیے

ہم جی رہے ہیں صرف اسی کے خیال میں
سب بھول کر اسے مرا ہو جانا چاہیے

سر پہ ردا فقیر نے اوڑھی ہے عشق کی
عاشق کو آج حد سے گزر جانا چاہیے

بے تاب کر رہا ہے سماں بولنے تو دو
سب ہو گیا ہے مجھ پر عیاں بولنے تو دو

خاموش رہ کے اب تو سلگنے لگا ہے دل
اٹھنے لگا ہے اس سے دھواں بولنے تو دو

جوشِ جنوں میں ہوش بھی باقی نہیں رہے
اب چھوڑتے ہیں دل کا مکاں بولنے تو دو

مُہرِ سکوت ہونٹوں پہ مدت سے لگی ہے
خاموشیوں کی بن کے زباں بولنے تو دو

ہم ساتھ تیرے چل تو پڑے زمزمۂ شوق
لے جائے گا ہمیں یہ کہاں بولنے تو دو

عاشق ہوں عشق کی تو طلب گار میں بھی ہوں
وصلِ جمالِ یار کی حقدار میں بھی ہوں

آؤ بتاؤں اپنی وجہِ دوستی ہے کیا
وہ دھوپ ہے تو سایۂ دیوار میں بھی ہوں

کیوں بے زباں سمجھتے ہو خاموش دیکھ کر
کم گو ہوں مگر واقفِ گفتار میں بھی ہوں

لفظوں سے کھیلنے کا ہنر جانتی ہوں میں
تخلیق کار وہ ہے تو فنکار میں بھی ہوں

پرکھا ہے ہر گھڑی مجھے نادان جان کر
ہر دور کا زمانے کا معیار میں بھی ہوں

وہ کم نما ضرور ہے یہ ٹھیک ہے مگر
ملنا پڑے گا اس کی پرستار میں بھی ہوں

میں خود سے خود کو چھپاؤں یہ کیسے ممکن ہے
میں جھک کے پیاس بجھاؤں یہ کیسے ممکن ہے

خود اپنے غم پہ شراکت مجھے گوارا نہیں
میں زخم دل کے دکھاؤں یہ کیسے ممکن ہے

اسیرِ کُنجِ قفس میں تو ہو گئی لیکن
میں اپنے پر بھی کٹاؤں یہ کیسے ممکن ہے

کسی بھی موڑ پہ وہ مجھ کو مل سکے شاید
میں جھوٹی آس لگاؤں یہ کیسے ممکن ہے

مرا جنون مرا عشق اب مکمل ہے
اسے میں یاد نہ آؤں یہ کیسے ممکن ہے

خموشیوں کی زباں ہی زبان میری ہے
کسی کو راز بتاؤں .یہ کیسے ممکن ہے

فراقِ یار میں لذت تو ہے بہت شہنازؔ
اسے میں بھول بھی جاؤں یہ کیسے ممکن ہے

غم نہیں گر بے نشاں ہو جاؤں گی
ان کہی اک داستاں ہو جاؤں گی

کوئی ہے جو مجھ میں کرتا ہے سفر
اس کو پا کر بے کراں ہو جاؤں گی

میں یقیں منزل کی جانب ہوں رواں
اور بھی کچھ خوش گماں ہو جاؤں گی

میری ہر تحریر ہو گی معتبر
اس نگر کی میں زباں ہو جاؤں گی

رائیگانی کے سفر میں آخرش
میں بھی یونہی رائیگاں ہو جاؤں گی

خاک ہو کے بھی مجھے خاک سے ڈر لگتا ہے
مجھ کو خود اپنی ہی پوشاک سے ڈر لگتا ہے

آخری حد پہ یقیں کی ہوں گماں میں کب ہوں
کیوں مجھے گردشِ افلاک سے ڈر لگتا ہے

تلخ حالات کی تلخی ہے زباں پر لیکن
پھر بھی اک لہجۂ بے باک سے ڈر لگتا ہے

آگے بڑھ جانے کو تیار ہیں لیکن پھر بھی
دلِ وحشی دلِ سفاک سے ڈر لگتا ہے

روتے روتے تو بصارت بھی گنوا لی اپنی
اب تو اس صورتِ نمناک سے ڈر لگتا ہے

راستے میں تیرے اب دل جلا کے رکھا ہے
بے بصر تجھے شاید کچھ کہیں دکھائی دے

رات کے اندھیروں میں گونجتے ہیں سناٹے
اپنے دل کی دھڑکن بھی کب مجھے سنائی دے

ایک شام گھر میرا نور سے منور تھا
روشنی کا وہ ہالہ پھر مجھے دکھائی دے

ایک بار اس در پر لے گیا تھا مجھ کو وہ
پھر مجھے اسی در کی اے خدا گدائی دے

آسماں سے آگے جو لامکاں میں رہتا ہے
مل ہی جائے گا مجھ کو دل مرا گواہی دے

تیرے میرے درمیاں گر فاصلے رہ جائیں گے
باقی پھر کرب و بلا کے سلسلے رہ جائیں گے

جب مقدر کا لکھا مٹ جائے گا اس ہاتھ سے
پھر ہمارے ہاتھ پر بس آبلے رہ جائیں گے

گردش و آلام کے پھیلے ہوئے اس جال میں
تم ہمارے ہم تمہارے واسطے رہ جائیں گے

عشق کو منزل اگر دکھلائیں گے نہ سنگ میل
راستے میں ہی بھٹکتے قافلے رہ جائیں گے

وصل کی آئی گھڑی لیکن مجھے یہ خوف ہے
رابطہ ہو گا نہیں بس ضابطے رہ جائیں گے

حسبِ خواہش جب کسی کو کچھ نہیں مل پائے گا
پھوڑنے دل کے پھپھولے دل جلے رہ جائیں گے

سانپ اپنے ہاتھ سے بچ کر نکل بھاگا اگر
ہم فقط یاں پر لکیریں پیٹتے رہ جائیں گے

دل میں جب تیرے کسی اور کی چاہت ہو گی
تجھ کو خود اپنے ہی ہونے پر ندامت ہو گی

آئے گا نیچے اتر کر جو کبھی میرا خدا
اس کو خود اپنی ہی تخلیق پر حیرت ہو گی

دشمنِ جان نے جاں ہار کے کب سوچا تھا
جو بھی گزرے گی بغیر اس کے قیامت ہو گی

لاکھ چلاؤں مگر ملتا نہیں کوئی جواب
یونہی چپ رہنا سمجھ لوں تری عادت ہو گی

جس قدر ٹوٹ کے شہناز نے چاہا تجھ کو
تجھ کو اس سے نہ کبھی ایسی محبت ہو گی

شرر کب راکھ میں باقی بچا ہے
کوئی مجھ میں بھلا کیا ڈھونڈتا ہے

جدا ہو جائے گا پانی سے پانی
کنارہ پھر کنارا کر رہ ہے

نئے اک زاویے کے ساتھ اکثر
ہر اک پہیہ دوبارہ گھومتا ہے

تجھے اپنا بنا کے تیرا عاشق
زمانے بھر میں رسوا ہو گیا ہے

کوئی تو کھوج ہی لے گا اسے بھی
جو خود اپنے سے بھی چھپتا رہا ہے

ہوا کے سامنے جلتا دیا بھی
مری ہی داستاں دھرا گیا ہے

میں ہوں دشتِ تحیر کی مسافر
جدا منزل مری رستہ جدا ہے

کہیں پتھرا نہ جائیں میری آنکھیں
وہ کیوں شہرِ فسوں میں رک گیا ہے

جواب آ جائے گا شہناز اک دن
دعا تیری بھلا کب نارسا ہے

مجھے تیری ضرورت ہے تجھے میری ضرورت ہے
ابھی یہ طے نہیں پایا کسے کس سے محبت ہے

تصور میں رہے بس تو تجھی سے بات ہو میری
یہی چاہت ہے میری اور یہ میری عبادت ہے

محبت کے حسیں پیکر اتر جا روح میں میری
میرے دل میں مکیں رہنا کہ یہ دوری قیامت ہے

فضا میں بس تری خوشبو مجھے محسوس ہوتی ہے
سکوں ملتا ہے جس سے بس وہ احساسِ رفاقت ہے

محبت کر تو لی میں نے مگر یہ اک حقیقت ہے
تجھے ملنا تجھے پانا بہت لمبی ریاضت ہے

چلنے لگی ہے الٹی ہوا کیسے بتاؤ
بدلا ہے یہاں رنگِ وفا کیسے بتاؤ

دعویٰ ہے تمہیں عشق کا لیکن ذرا سن لو
کاٹو گے سدا لمبی سزا کیسے بتاؤ

اک لمبی مسافت سے بدن چور ہوا ہے
پھیکا نہ ہوا رنگِ حنا کیسے بتاؤ

دوری نے تعلق میں دراڑیں نہیں ڈالیں
گم ہو گئے ہیں حرفِ دعا کیسے بتاؤ

کب اس میں تھی جرأت کہ کرے بات وہ مجھ سے
ہے آج بنا بیٹھا خدا کیسے بتاؤ

بہت مدت سے پتھر ہو گئے ہیں
کسی صحرا کا منظر ہو گئے ہیں

نہیں تکمیل کی باقی ضرورت
مقدر کے سکندر ہو گئے ہیں

ہوا بدلی ہے رُت بدلی ہوئی ہے
شجر سارے ثمرور ہو گئے ہیں

سفر کے اس قدر عادی ہوئے ہیں
مکاں میں رہ کے بے گھر ہو گئے ہیں

نہیں ممکن ہے اب چھپنا کسی سے
کہ ہر دیوار میں در ہو گئے ہیں

کسے معلوم اپنے ساتھ کیا ہو
جو رہزن تھے وہ رہبر ہو گئے ہیں

ہے اس کے سامنے اک آسمان تو دیکھو
وہ پر کٹا کے اڑا ہے اڑان تو دیکھو

فصیلِ جسم سے باہر نکل گیا کیسے
مکیں بغیر یہ خالی مکان تو دیکھو

وہ رمزِ عاشقی سمجھا رہا ہے دنیا کو
یہ عشق و مشک سے سجتی دکان تو دیکھو

ابھی تلک جو گماں سے نکل نہیں پایا
یقیں کا نبض شناسا ہے مان تو دیکھو

اسی کے سائے میں مدت سے جی رہے ہیں ہم
یہ تیلیوں سے بنا سائبان تو دیکھو

ظلم جب منصف یہاں ہو جائے گا
ہر زمانہ کربلا ہو جائے گا

زندگی کا تو قرینہ سیکھ لے
ورنہ اک دن وہ خدا ہو جائے گا

گر فقیری تجھ کو راس آ جائے گی
بادشاہوں سے بڑا ہو جائے گا

دشمنوں اور دوستوں کو آزما
ایک پل میں فیصلہ ہو جائے گا

ہے یقیں کامل تو اتناجان لے
ابتدا سے انتہا ہو جائے گا

رات کو فٹ پاتھ پر انسان دیکھ
تو خدا سے بھی خفا ہو جائے گا

ہم نے کب سوچا تھا تیرے بعد یوں
زندگی میں اک خلا ہو جائے گا

کوئی اچھا لفظ اچھی بات کہہ
دوستی کا حق ادا ہو جائے گا

درد کی رات کٹے گی کیسے یہ تو سوچو
دل کی آگ بجھے گی کیسے یہ تو سوچو

آخر اک دن کچھ نہ کچھ تو کرنا ہو گا
ایسے بات بنے گی کیسے یہ تو سوچو

خود کو بھی جو دھوکا دیتا رہتا ہو
اس کے ساتھ نبھے گی کیسے یہ تو سوچو

کوئی سرا جب ہاتھ نہ اپنے آتا ہو
جیون ڈور بندھے گی کیسے یہ تو سوچو

گھپ اندھیرا تنہائی اور یادیں ہیں
اپنی آنکھ لگے گی کیسے یہ تو سوچو

اپنی خاطر آپ ہی مرنا پڑتا ہے
اپنی لاش اٹھا کر چلنا پڑتا ہے

ہوس پجاری ہر سو پھیلے ہوتے ہیں
عزت پردہ آپ ہی رکھنا پڑتا ہے

غیرت اور خودداری قائم رکھنے کو
اپنے آپ سے آپ ہی لڑنا پڑتا ہے

جرم و ناانصافی کی اس دنیا میں
آخر حق کا کلمہ کہنا پڑتا ہے

عشق سمندر ڈوبنے والے عاشق کو
کوہ کن بھی تو آپ ہی بننا پڑتا ہے

لے بدلی ہے سازوں کی
زد میں ہوں آوازوں کی

پر ٹوٹے طوفانوں میں
خیر ہو ان شہہ بازوں کی

آنے والا ہے کوئی
دستک سن دروازوں کی

نفع کی تو بات نہ کر
قیمت بھر خمیازوں کی

زخم جلے ہیں دل سلگا ہے
رُت ہے ساون بھادوں کی

سمت متعین کیسے ہو
اونچی ان پروازوں کی

پل میں پرائی ہو جاتی ہے
بیٹی پالی نازوں کی

کون دردِ نہاں کو سمجھے گا
عشق کے امتحاں کو سمجھے گا

آج کے دور میں تو ہر اک شخص
طورِ سود و زیاں کو سمجھے گا

ہے یقیں کم گمان زیادہ ہے
کون پیرِ مغاں کو سمجھے گا

سرد مہری کے وقت میں اب کون
وجۂ سوزوفغاں کو سمجھے گا

بے وفا ہے وہ بے ضمیر نہیں
دوستی کی زباں کو سمجھے گا

لامکانی سے ہو کے وہ واقف
سلسلۂ مکاں کو سمجھے گا

راہ میں ان کے دل کو جلانا مشکل ہے
چاہت کا پھر روگ لگانا مشکل ہے

ساتھ سفر کا وعدہ کیسے کر لوں میں
منزل سے تو آگے جانا مشکل ہے

مہر بہ لب رہنا تو میری عادت ہے
ڈوب کے اک طوفان اٹھانا مشکل ہے

کون ہے جو پوچھے گا مجھ سے میرا حال
سب کو تو احوال بتانا مشکل ہے

کیوں ہارا خود ہی جیون ہار گیا
اب یہ نیا پار لگانا مشکل ہے

کیا ہوا یہ کون اب انساں کا راہبر ہو گیا
آج میرے شہر کا ہر شخص پتھر ہو گیا

داستانِ ہجر کہنے کے لیے کھولے جو لب
پھر لہو جمنے لگا اور قلب مضطر ہو گیا

دل کے آئینے میں جھانکا آج اک مدت کے بعد
کرچیوں میں عکس یہ کس کا اجاگر ہو گیا

وہ پلٹ آئے گا ہم نے یہ کبھی سوچا نہ تھا
دل مرا اس کو اچانک دیکھ ششدر ہو گیا

جس نے ہر شے کو جدا محور سے اپنے کر دیا
وہ ستمگر کیسے میری جاں کا محور ہو گیا

آگ بھڑکی خوں بہا کچھ فیصلہ کب ہو سکا
چھت اڑی اور آشیانہ پھر سے بے در ہو گیا

کل تلک بانہوں میں میری جھولتا رہتا تھا وہ
آج وہ بچہ مرے قد کے برابر ہو گیا

ایک لمحے کے لیے بھی بھول کب پائی انہیں
یاد آئی ہر گھڑی ہر روز محشر ہو گیا

اب یہاں تازہ ہوا کا بھی گزر ہوتا نہیں
المیہ یہ ہے کہ ہر اک ذہن بنجر ہو گیا

اب سکوں ملتا نہیں ہے سائبانوں کے تلے
گھر میں رہ کر بھی ترا انسان بے گھر ہو گیا

مٹی سے تری اٹھ کر مہتاب بنانا ہے
تعبیر بنا لی ہے اب خواب بنانا ہے

سنتے ہیں کہ سجدوں سے تقدیر بدلتی ہے
ماتھے پہ ہمیں اپنے محراب بنانا ہے

دیکھیں نا ذرا ہم بھی کہ حوصلہ کتنا ہے
طوفان میں رہنا ہے گرداب بنانا ہے

چاہت میں ستم سہہ کر رستہ نہیں بدلیں گے
دنیائے وفا تیرا اک باب بنانا ہے

ہے زیست سفر مشکل یہ جان لیا جب سے
پانے کے لیے اس کو اسباب بنانا ہے

لکیر اپنے مرے درمیان مت کھینچو
یوں سر سے آج مرے سائبان مت کھینچو

گزرتے وقت کی اب تاک میں یہ آنکھیں ہیں
نقیبِ وقت سے اس کی مچان مت کھینچو

یہ خوں بہانے کا قصہ بہت پرانا ہے
نہ چھینو آنکھ سے کاجل زبان مت کھینچو

کھلونے توڑ کے بچپن بھی ان کا چھین لیا
بچا ہے پاس جو ان کے جہان مت کھینچو

کبھی ایسا بھی دھوکا کر لیا ہے
خود اپنے کو ہی رسوا کر لیا ہے

کبھی پیاسے سمندر سے رہے ہیں
کبھی قطرے کو دریا کر لیا ہے

بہت ہی تلخ ہوتی ہے حقیقت
حقیقت کو فسانہ کر لیا ہے

پڑی دستار کی جب بھی ضرورت
سبھی نے سر کو اونچا کرلیا ہے

پشیمانی کی اب ہے کیا ضرورت
کہا تھا جیسا ویسا کر لیا ہے

جھکے ہو اس طرح غیروں کے آگے
انا کا جیسے سودا کر لیا ہے

کسی کے جبر پر ایسا ہوا ہے
محبت کا بھی دعویٰ کر لیا ہے

ذرا سی بات پر شہنازؔ تم نے
کیوں اپنے دل کو میلا کر لیا ہے

جیت کو اپنی، ہار مت دینا
زندگی تم ادھار مت دینا

میری آنکھوں کو خشک پا کر تم
مجھ کو پتھر قرار مت دینا

تم کو اچھا لگا میرا رونا
پھر کبھی یہ غبار مت دینا

خوشبوؤں تتلیوں سے پیار مجھے
پھر خزاں اے بہار مت دینا

مجھ کو فرقت کی ڈوبتی شب میں
ٹوٹتا اک خمار مت دینا

عشق کے مرحلے میں عاشق کو
زحمتِ انتظار مت دینا

فاصلے درمیاں بڑھا ڈالے
وقت کو اختیار مت دینا

کس لیے ان منجمد سوچوں کو پگھلایا گیا
جانے کیوں مجبور پر ایسا ستم ڈھایا گیا

آبلہ پا ہم سفر رکتے رہے چلتے رہے
خالی منظر دیکھنے کو دور تک سایہ گیا

خامشی کو توڑنے کی کب جسارت ہو سکی
دور تک آواز کے پیچھے بھی کب جایا گیا

سادگی کا عاجزی کا فائدہ سب کو ملا
فیصلہ ان کا تھا لیکن مجھ سے منوایا گیا

فصلِ گل میں تتلیاں بھنورے تھے ہر سو رقص میں
خوشبوؤں کو بھی سندیسہ بھیج بلوایا گیا

زندگی رنگین ہو سکتی ہے اتنا جان لے
چاندنی راتوں میں جب آنچل کو لہرایا گیا

ہر گھڑی اقدار کی سولی پہ ہم لٹکے رہے
پیچھے مڑ کے دیکھنا مت ہم کو بتلایا گیا

خود کو پرائی آگ میں جلنے نہیں دیا
دل میں کسی بھی شوق کو پلنے نہیں دیا

یہ راستے یہ منزلیں بھٹکا نہ دیں کہیں
اس خوف نے تو گھر سے نکلنے نہیں. دیا

بس دیکھتے ہی دیکھتے دنیا بدل گئی
سوچوں کو اپنی میں نے بدلنے نہیں دیا

کشتی میری کنارے پہنچی تو کس طرح
گرداب نے بھنور نے سنبھلنے نہیں دیا

راس آ گئی مجھے بھی فقیری کی زندگی
اس عشق نے کہیں بھی نکلنے نہیں دیا

اس کم نما جمال کو پانے کی چاہ نے
بس ایک پل کہیں بھی ٹھہرنے نہیں دیا

یادوں کی روشنی کے اجالے نے پھیل کر
شمعِ شبِ فراق کو جلنے نہیں دیا

بہت مدت سے ہم جنت سی اک وادی میں رہتے ہیں
اٹھا کر سوہنی دھرتی سے جبیں پر خاک ملتے ہیں

بتا دو دشمنوں کو خاک و خوں سے ہم نہیں ڈرتے
کفن ہاتھوں میں لے کر اپنے گھر سے ہم نکلتے ہیں

کہو طوفان سے موجوں سے اپنا رخ بدل ڈالیں
نیا پتوار ماجھی اب سمندر میں اترتے ہیں

جو دیں آواز تو پتھر بھی پانی بن کے بہہ جائیں
کہ ہم گرداب میں رہتے ہیں طوفانوں میں پلتے ہیں

یقیں اپنا ہے کامل ہم کو تم کمزور مت جانو
زمانہ ہم سے ہے سارے زمانے ہم بدلتے ہیں

یہاں کی بستیاں آباد ہیں روشن خیالوں سے
سنہرے خواب ان کی جاگتی آنکھوں میں پلتے ہیں

جنوں ہے عشق ہے مجھ کو سنہری سوہنی دھرتی سے
گلوں سے خوشبوؤں سے اس کے سب رستے مہکتے ہیں

پرندوں جیسی تو ہم بھی اڑان رکھتے ہیں
سفر کے شوق میں بس آشیاں بدلتے ہیں

بنا کے تیلیوں سے سائبان اپنا ہم
ہے کتنا حوصلہ آندھی کے ساتھ رہتے ہیں

ہے اپنی دوستی موجوں سے اور طوفاں سے
بھنور میں چلتے ہیں گرداب میں سنبھلتے ہیں

ہوا سے اپنا تعلق بہت ہی گہرا ہے
ہمارے ساتھ ہی شب بھر چراغ جلتے ہیں

ہمارے درد کو کوئی نہیں سمجھتا جو
تو جا کے دشت کو صحرا کو غم سناتے ہیں

مسافتیں تو اندھیروں کی کچھ نہیں دشوار
ستارے چاند ہمیں راستہ دکھاتے ہیں

جو خود کو ڈھونڈنے نکلا ہوا ہے
وہ شاید راستے میں کھو گیا ہے

چلے ہیں رائیگانی کے سفر پر
ہے جس کو سوچنا وہ سوچتا ہے

ابھی تک کربلا بھولے نہیں ہیں
زمانہ یہ مکمل کربلا ہے

جسے چاہا جسے پوجا ہے میں نے
رگوں میں خون بن کر دوڑتا ہے

کسک سی دل میں اب رہنے لگی ہے
کسی کے درد کو اپنا لیا ہے

ہوا کی زد میں یہ گھر ہو گیا ہے
ہر اک دیوار میں در ہو گیا ہے

کیوں اس کو کاٹ دینے پر تلے ہیں
جو سر ان کے برابر ہو گیا ہے

ہمیں بند باندھنے کی ہے ضرورت
کہ پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے

دیار غیر کے لالچ میں آ کر
بشیرا گھر سے بے گھر ہو گیا ہے

ذرا سا علم حاصل کر کے انساں
سمجھتا ہے پیمبر ہو گیا ہے

بہت ناراض ہوں شاید جہاں سے
مرا لہجہ ستمگر ہو گیا ہے

ستارے تتلیاں جگنو ہیں رقصاں
حسیں کتنا یہ منظر ہو گیا ہے

تسکین ہمیں جب سے ملی سوزِ نہاں میں
محشر ہے بپا پھر سے صفِ چارہ گراں میں

اچھی نہیں لگتی ہمیں زخموں کی نمائش
ملتا ہے عجب لطف ہمیں ضبطِ فغاں میں

طوفان سے بجلی سے کبھی ڈر نہیں لگتا
مدت سے رہا کرتے ہیں شیشے کے مکاں میں

کیا جرم کیا ہم نے کوئی یہ تو بتاؤ
کیوں آگ لگا دی ہے تخیل کے جہاں میں

کچھ کہنے کا موقع ہمیں مل جائے گا شاید
بیٹھیں گے کبھی بارگہِ کم سخناں میں

کہاں ہے کوئی جو پیچھے ٹھہر کے دیکھتا ہے
ہر ایک فرد بس آگے گزر کے دیکھتا ہے

بہت گرایا ہے نظروں سے اس زمانے نے
کوئی تو ہے جو ہمیں آنکھ بھر کے دیکھتا ہے

تمام عمر گزاری ہے جس کے وعدوں پر
نبھاتا وہ نہیں پیماں مکر کے دیکھتا ہے

اسے ہے یاد رکھا یا بھلا دیا ہم نے
شبِ فراق وہ دل میں اتر کے دیکھتا ہے

ضرر رساں تو نہیں ہم تو بے ضرر سے ہیں
نہ جانے کیوں ہمیں ہر شخص ڈر کے دیکھتا ہے

توڑ دیں قصرِ انا اپنی روایت کب ہے
اس طرح جینے کی مجھ میں بھلا جرأت کب ہے

حوصلہ پست نہیں رہتی ہوں طوفان کے ساتھ
منتشر ہو کے بھی آندھی سے شکایت کب ہے

وہ بکھرتا ہے تو اکثر ہے سمیٹا میں نے
ساتھ رہنے کے لیے اس کی ضرورت کب ہے

کوچۂ غم سے کسی طور وہ باہر نکلے
زندہ رہنے کے لیے چھیڑا شرارت کب ہے

پھر سے احساس کو شاید ہے جگانا مشکل
شعلہ دم توڑ چکا اس میں حرارت کب ہے

ہم تو غم خوار ہیں ہمراز زمانے بھر کے
اپنی اس زیست کا عنوان محبت کب ہے

ممکن نہیں ہے زندگی وقت عذاب دیکھنا
دشتِ بلا میں گھومنا شہرِ خراب دیکھنا

اس آسماں مزاج کی عادت ہے کچھ عجیب سی
اس کے میرے درمیاں کیسا حساب دیکھنا

ہے چشم پوش کس قدر یہ جان لیں گے آپ بھی
میرا سوال سن لیا اس کا جواب دیکھنا

میرے نصیب میں لکھی ظلمت شبِ فراق کی
اے شام شام زندگی کیا صبحِ خواب دیکھنا

یہ گرد گرد راستے روشن ہوئے ہیں آج کل
پیاسی زمین پر کہیں برسا سحاب دیکھنا

سوہنے کے سوہنے عشق میں ہوں مست مست آج کل
نشہ بڑا ہے عشق کا کیا اب شراب دیکھنا

مدت سے شہناز کی عادت سی بن گئی ہے یہ
دشتِ جنوں میں گھومنا دشتِ سراب دیکھنا

ہوا کا زور بہت ہے مکان ڈھونڈنا ہے
پھر آج اپنے لیے سائبان ڈھونڈنا ہے

نئی رتوں کی ہمیشہ تلاش رہتی ہے
نیا زمانہ نیا آسمان ڈھونڈنا ہے

اکیلے آبلہ پائی سے تھک گئے ہیں ہم
جو ساتھ لے کے چلے کاروان ڈھونڈنا ہے

بڑھا ہے حوصلہ تو آج ہم نے سوچا ہے
شکار کرنا ہے اونچی مچان ڈھونڈنا ہے

کوئی بھی ہمدم و ہمراز اب نہیں باقی
تلاشِ دوست ہے اب ہم زبان ڈھونڈنا ہے

کیا ہے فیصلہ پرواز کا تو اس کے لیے
عقاب جیسی ہمیں اب اڑان ڈھونڈنا ہے

مسافتوں سے مسافر کبھی نہیں ڈرتا
سفر نصیب ہوں منزل نشان ڈھونڈنا ہے

منزل سے بہت دور ابھی راستے میں ہوں
مدت سے خواہشوں کے عجب رابطے میں ہوں

میں نے حصارِ ذات کو کھینچا ہے اس طرح
جیسے خود احتساب کے اک دائرے میں ہوں

عادی فراقِ یار کی لذت کی ہو گئی
جانے وصالِ یار کے کس سلسلے میں ہوں

وہ کم نما ہے یوں ہی نہ چھپ جائے نظر سے
عکسِ خیالِ یار لیے آئینے میں ہوں

عاشق ہوں اور عشق ہے پہچان اب مری
نہ جانے امتحان کے کس مرحلے میں ہوں

ہے زندگی کا ایک نیا موڑ سامنے
شہناز سازشوں کے نئے زاویے میں ہوں

میں پھر سے انتہا کرنے لگی ہوں
نئی اک ابتدا کرنے لگی ہوں

عجب وحشت کا مجھ کو سامنا ہے
خود اپنی ذات سے ڈرنے لگی ہوں

مری آنکھیں سمندر ہو گئی ہیں
میں سورج بن کے پھر جلنے لگی ہوں

مٹا کر ساری تصویریں پرانی
نئے خاکے میں رنگ بھرنے لگی ہوں

عجب اک زاویہ پیش نظر ہے
مخالف سمت میں چلنے لگی ہوں

تعارف

نام: شہناز مزمل

تاریخ پیدائش: 10 اپریل

تعلیم: ایم اے لائبریری سائنس

ڈپلومہ سائنٹفک مینجمنٹ (نیدرلینڈ)

ڈی ایچ ایم ایس(D.H.M.S)

مطبوعہ کتب

عشق دا دیوا	ادارہ پنجابی زبان تے ثقافت،۲۴۔امیر روڈ بلال گنج لاہور
پیام نو	قلمی نسخہ۱۹۸۹ء
جذب وحرف	تجدید اشاعت گھر لاہور۱۹۹۰ء، 46 آر ماڈل ٹاؤن لاہور
جرأت اظہار	تجدید اشاعت گھر لاہور۱۹۹۰ء، 46 آر ماڈل ٹاؤن لاہور
عکس دیوار پہ تصویر	ذیشان بک پیلس ۱۹۹۱ء،اردو نگر لاہور
موم کے سائبان	پاک بک ایمپائر،۱۹۹۴ء،۷۰مزنگ روڈ لاہور
میرے خواب ادھورے ہیں	عمیر پبلشرز لاہور،۱۹۹۶ء
جادہ عرفان	سبحان پبلی کیشنز،سٹی ٹاور،رائل پارک لاہور ۱۹۹۷ء،
عشق تماشا	ندا پبلی کیشنز،رحمان مارکیٹ،اردو بازار لاہور،۲۰۰۲
قرض وفا	ندا پبلی کیشنز،رحمان مارکیٹ اردو بازار لاہور،۲۰۰۲
Ten Poets of today-10	پاک بک ایمپائر لاہور،۱۹۹۴ء
عکس خیال۔شہناز مزمل شخصیت اور فن	سبحان پبلی کیشنز لاہور،۱۹۹۵ء
شہناز مزمل کے منتخب اشعار	ادب سرائے لاہور،۲۰۰۵

بعد تیرے (اردو شاعری)	ندا پبلی کیشنز، رحمان مارکیٹ، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۷ء
دوستی کا سفر (سفر نامہ)	ندا پبلی کیشنز، رحمان مارکیٹ، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۷ء
لائبریریوں کا شہر لاہور	مکتبہ الحروف، لاہور ۱۹۹۰ء
فروغ مطالعہ کے بنیادی کردار	تجدید اشاعت گھر 46 آر ماڈل ٹاؤن لاہور، ۱۹۹۰ء
نماز بچوں کے لیے	سیف بک ہاؤس، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۰ء
کتابیات اقبال	قلمی نسخہ ۱۹۸۹ء لاہور
کتابیات مقالہ جات	قلمی نسخہ ۱۹۸۹ء لاہور

زیر طبع کتب

شہناز کی غزلیں	اجلا کون میلا کون (کالموں کا مجموعہ)
گجھیاں پیڑاں (پنجابی شاعری)	کلیات (اردو شاعری)

ادبی ثقافتی ذمے داریاں

چیئر پرسن ادبی تنظیم ''ادب سرائے'' (قائم شدہ ۱۹۸۸ء)

چیئر پرسن ''سلطان میموریل ویلفیئر ٹرسٹ''

چیئر پرسن ''قادری میموریل ویلفیئر ٹرسٹ''

ممبر، لاہور کلچرل کونسل

ممبر رائٹرز گلڈ پاکستان

ممبر حلقہ ارباب ذوق

ممبر پاکستان لائبریری ایسوسی ایشن (پی ایل اے)

ممبر پنجاب لائبریری سائنس المنائی ایسوسی ایشن (پلسا)

ممبر انٹرنیشنل ویمن کلب

سرپرست اعزازی سہ ماہی ادب سرائے

پتا: 125۔ایف، ماڈل ٹاؤن لاہور
ای میل: shahnazmazamil@hotmail.com
adabsaraae@yahooo.com
ویب سائٹ: www.adabsaraae.com
فون: 0092-42-5832335 موبائل: 0092-300-4275692

ایوارڈز

ایوارڈ حسن کارکردگی، میاں عامر محمود

لٹریری ایوارڈ۔ حسن قلم

جنگ ٹیلنٹ ایوارڈ

ایوارڈ بہترین اردو شاعرہ

سلمیٰ تصدق ایوارڈ

گولڈ میڈل پی ایل اے

تحقیق مقالہ ایم اے اردو 2006 ''شہناز مزمل۔ شخصیت اور فن''

صدف رانی، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور



ندا